اجتہادی مسائل میں ادب الاختلاف:
علامہ غلام رسول سعیدی کے منہج کا مطالعہ

احمد رضا *

رابعہ بنت سجاد احمد سعیدی **

Abstract

Allama Ghulam Rasool Saeedi was a great Muslim scholar of Pakistan. He served the Muslim Ummah more than 79 years. He taught Quran & sunnah for more than five decades. He made his great research work on Quranic Tafaseer, Hadith literature and Islamic jurisprudence. One of his distinction is his work on difference of opinion with the scholar of past and present also. As we know difference of opinion is the basic component of human nature and instinct. Allama Saeedi worked on this difference in his work in honorable manners and ethics. He tried to minimize the sectarianism. This article aims to discuss the contribution of Allama saeedi in this regard.

KEYWORDS*: Ghulam Rasool Saeedi,* *Ethics of disagreement, difference of opinion.*

علامہ غلام رسول سعیدی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک ہندوستان کے شہر دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۴۷ میں اپنے والدین کے ساتھ پاکستان ہجرت کی اور ایک پرنٹنگ پریس میں محنت مزدوری کی۔ اسی دوران اللہ تعالی نے آپ کے دل کو علوم دینیہ کی طرف مائل فرمایا تو آپ نے جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان، جامعہ سراج العلوم خانپور، جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال اور جامعہ

* ڈاکٹر احمد رضا، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی تاریخ وثقافت، علامہ اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد۔

** رابعہ بنت سجاد احمد سعیدی، ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن وتفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

قادریہ فیصل آباد سے علومِ دینیہ کی تکمیل کی۔۱۹۵۸ء میں غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔۱۹۶۶ء میں آپ نے لاہور سے اپنی دینی خدمات کا آغاز کیا۔ پوری زندگی تعلیم و تدریس میں گزاری۔ آپ نے تفسیر تبیان القرآن، تفسیر تبیان الفرقان، نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری، نعم الباری شرح صحیح بخاری اور شرح صحیح مسلم جیسی شہرۂ آفاق کتب تحریر کیں۔ آپ کا انتقال ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ بمطابق ۴ فروری ۲۰۱۶ء شب جمعہ کراچی میں ہوا۔ جامعہ نعیمیہ کے نزدیک جامع مسجد اقصیٰ کے احاطے میں آپ کی تدفین کی گئی۔ زیر نظر مقالے میں علامہ غلام رسول سعیدی کے اجتہادی امور میں اختلاف رائے کے آداب پیش کیے گئے ہیں۔ مقالے کے اختتام پر نتائج اور سفارشات بھی پیش کی گئی ہیں۔

مقالہ کے بنیادی مباحث

- اسلام میں اظہارِ رائے کی آزادی
- عہدِ نبوی ﷺ میں اختلاف رائے کی آزادی
- عہدِ صحابہ میں اختلاف رائے کی آزادی
- عہد حاضر میں اختلاف رائے کی نوعیت
- علامہ غلام رسول سعیدی کے اختلاف رائے کی نوعیت
- کتاب و سنت اور اجماع کی اولیت کی بابت علامہ سعیدی کا موقف
- علامہ سعیدی کے اجتہادی تفردات
- علامہ غلام رسول سعیدی کا ادب الاختلاف
- نسخ کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف
- اولیاءاللہ سے استعانت کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف
- علوم اسلامیہ کی تعلیم پر اجرت کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف
- بحالتِ روزہ انجکشن لگوانے کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف

اسلام میں اظہارِ رائے کی آزادی

اسلام نے فکر و دانش پر کوئی قدغن نہیں لگائی ہے۔اظہار رائے اجتماعی زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔ اس کا استعمال مثبت انداز میں اور اصول و آداب کی رعایت کرتے ہوئے کیا جائے تو اس کے نتیجے میں انسانی تمدن ارتقاپذیر ہوتا ہے، بصورت دیگر اختلاف تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اظہار رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے اور اسلام نے اختلاف رائے سے منع نہیں کیا۔ اسلام ہی نے اختلافِ رائے کے اصول و ضوابط اور آداب مقرر کیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے

اپنی حیات مبارکہ میں ان اصول و آداب کا شعور بیدار کیا اوراس بارے میں ہدایات عطا فرمائیں۔ان کی رعایت کی اور انھیں عملی جامہ پہناتے ہوئے انسانیت کے لیے ایک عمدہ نمونہ پیش کیا۔ جس سے رہنمائی حاصل کر کے اختلاف رائے کو ایک مفید عمل بنایا جاسکتا ہے۔

اسلام مظاہر قدرت پر غور فکر کی دعوت دیتا ہے اور کائنات کو مسخر کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ غوروفکر صاحبانِ علم وفضل کا کام ہے اور انہیں ہی زیب دیتا ہے۔ قرآنِ مجید ایسے لوگوں کو علما اور اولوالامر کے ناموں سے موسوم کرتا ہے۔ان دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ یہ صاحبانِ علم اولوالامر ہوتے ہیں جو اربابِ دانش اور صائب الرائے کہلاتے ہیں۔ان کا کام اپنی خداداد بصیرت کو بروئے کار لا کر قوم کو ہر طرح کے بحران سے نکالنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، ملی وحدت کو قائم و متحد رکھنا، قوم میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کرنا اور ملک وملت کی سلامتی کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ گویا یہ وہ قومی قیادت ہوتی ہے جس کی سوچ قومی و اجتماعی ہوتی ہے۔ اسے اپنے شعبہ اختصاص سے متعلق امور ومعاملات کی خوب بصیرت ہوتی ہے۔ یہ قومی سطح پر درپیش مسائل کا ایسا جامع و پائیدار حل تجویز کرتی ہے جس سے پوری قوم امن و عافیت حاصل کر لیتی ہے۔ اس کے پاس اپنے عہد کے مسائل و معاملات کا حل اور مستقبل کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے مسائل و معاملات کے حل کے لیے ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (۱)

"اور جب ان کے پاس کوئی معاملہ امن یا خوف کا آئے تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، اگر وہ اس معاملے کو رسول اللہ ﷺ اور اپنے صاحبِ بصیرت لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے تو معاملات کی تہہ تک پہنچ جانے والے یہ لوگ ضرور اس معاملے کی حقیقت کو جان لیتے۔"

یہ حقیقت ہے کہ قرآن و سنت نے اصولی مباحث کو قطعیت کے ساتھ طے کر دیا ہے جبکہ فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کو انسانی فہم و شعور پر چھوڑ دیا ہے اور اس معاملے میں رہنمائی کے لیے قرآن و سنت کو منبع و مدار قرار دیا ہے۔انبیائے کرام علیہم السلام کے سواہر انسان سے فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں فکری خطا کا شائبہ موجود رہتا ہے۔اور اسی لیے انسانی فکر و نظر میں غلطی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے عظیم اسلاف نے فروعی اور پیش آمدہ مسائل میں ردو قبول کو دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جاری رکھا۔اسی بابت امام احمد رضا قادریؒ لکھتے ہیں: "سلف صالحین وائمہ دین سے آج تک اہلِ حق کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر شخص کا قول قبول بھی کیا جاتا ہے اور اس کو رد بھی کیا جاتا ہے، ماسوا نبی ﷺ کے۔"(۲)

مفتی نوراللہ نعیمیؒ فقہائے امت کے درمیان فکری اختلاف کی بابت ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں: "حضرت امام

اعظمؒ کے محققانہ اقوال و فتاویٰ شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرہما اور اجلہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال و فتاویٰ ہیں، جو ان کے خلاف ہیں جن کی بنا قول صوری و ضروری وغیرہ اصولِ ستہ پر ہے۔"(۳)

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: "جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلافِ رائے نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلافِ رائے عقل و دیانت سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کو اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جاسکتا اور اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلافِ رائے اگر اپنی حدود کے اندر رہے تو وہ کبھی کسی قوم و جماعت کے لیے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام میں مشورے کے تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشا ہے کہ معاملے کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آرا سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیا جاسکے۔ اگر اختلافِ رائے مذموم سمجھا جائے تو مشورے کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔"(۴)

مفتی نور اللہ نعیمی جدید مسائل میں اختلاف کی بجائے اتفاق کے خواہاں ہیں، لکھتے ہیں: "یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد اور منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمے دار علمائے کرام محض اللہ تعالیٰ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسی جزئیات کے فیصلے کریں۔"(۵)

علامہ غلام رسول سعیدی اکابرین امت سے فکری اختلاف کی بابت لکھتے ہیں: "اکابر کا کوئی قول اگر قرآن مجید اور حدیثِ صحیح کے خلاف ہو تو اصاغر کے لیے یہ جائز ہے کہ اس قول سے اختلاف کریں۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں ان کے قول کو قبول نہ کریں۔ اور اس میں ان کی کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بڑائی کا اظہار ہے۔"(۶)

اہل علم کی تصریحات کے پیش نظر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ علمی و فکری اختلاف کی روایت بہت قدیم ہے۔ اصاغر نے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اکابر سے دلائل کی روشنی میں ادب کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور حق کو واضح کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں اختلاف رائے کی آزادی

اسلام آداب و اخلاقِ کامل کی تعلیم و تربیت دیتا ہے۔ معلم الاخلاق ﷺ نے ہمیشہ اخلاق عظیمہ پر عمل کیا اور اپنے صحابہ و اہل بیت کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فکری اختلاف پر نہ تو کوئی پابندی لگائی اور نہ ہی اس پر ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اگر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر نہ ہوتے اور مسئلہ میں اجتہاد کرتے، یا کسی مسئلے میں ان کے درمیان اختلافِ رائے ہو جاتا تو وہ آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور آپ ﷺ مسئلے کی وضاحت فرما دیتے اور یوں یہ اختلاف رفع ہو جاتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ انھیں حکم دیتا تھا:

مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (٧)

"اگر تمھارے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔"

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: "آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہر قسم کے علم سے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت ﷺ کے جمالِ مبارک پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے کان حضور ﷺ کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ جہاد کی مصلحتوں، صلح و جزیہ کا معاملہ، فقہی احکام، زہد کے متعلق علوم وغیرہ کے متعلق جو باتیں پیش آتی تھیں وہ آپ ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔"(٨)

اگر آپ ﷺ اپنی رائے سے کوئی حکم دیتے اور اس مسئلے کی بابت کوئی حکم الٰہی نازل نہ ہو چکا ہوتا یا آپ ﷺ صحابہ سے کوئی مشورہ کرتے تو بعض اوقات صحابہ کرام آپ ﷺ سے اختلافِ رائے بھی کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے اختلافِ رائے کو تسلیم بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ غزوۂ بدر میں اسلامی لشکر کے پڑاؤ کے سلسلے میں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس مقام پر اللہ کے حکم سے اترے ہیں یا اس سے آگے پیچھے ہٹنے کا اختیار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض جنگی حکمت عملی کے طور پر ہے، تو انھوں نے کہا کہ پھر یہ مقام مناسب نہیں ہے۔ آپ ﷺ آگے تشریف لے چلیں اور جو چشمہ قریش کے لشکر کے قریب ہے وہاں پڑاؤ ڈالیں۔ ہم بقیہ چشمے کاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لقد اشربت بالرائی۔"(٩) (تم نے بہت مناسب رائے دی)

اگر کسی انفرادی معاملے میں آپ ﷺ کسی کو کوئی مشورہ دیتے اور یہ جان کر کہ یہ آپ ﷺ کا مشورہ ہے حکم نہیں ہے تو صحابہ کرام اس انفرادی معاملے میں آپ ﷺ سے اختلافِ رائے کرتے تھے جیسا کہ حضرت بریرہؓ نے کیا۔ حضرت بریرہؓ اور حضرت مغیثؓ دونوں میاں بیوی غلام تھے۔ جب حضرت بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو انھوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مغیثؓ چاہتے تھے کہ بریرہؓ اپنا فیصلہ بدل دیں۔ جب معاملہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ تم اس کی طرف رجوع کر لو۔ کہنے لگیں یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ تو بریرہؓ نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ بریرہؓ کے اس فیصلے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی فرما دی۔(١٠)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف صحابہ کرام کو اختلافِ رائے کی اجازت اور آزادی دیتے تھے بلکہ ان کے اختلافِ رائے کو تسلیم بھی کرتے تھے۔

عہدِ صحابہ میں اختلافِ رائے کی آزادی

اسلام کی زریں روایات میں سے ایک روایت اختلافِ رائے کی ہے جو عہدِ صحابہ میں جاری رہی اور امت کے

لیے رحمت کا باعث بنی۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: "قرآن و سنت کے مجملات اور مبہمات کی تشریح و تعبیر کے اختلافات کو "رحمت" کہا گیا ہے۔ یہ اختلافات اسلام کے عہدِ اول سے صحابہ و تابعین اور پھر ائمہ مجتہدین میں چلے آئے ہیں۔ (۱۱) انتظامی اور تجرباتی امور میں اختلافِ رائے خود رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آپ ﷺ کی مجلس میں بھی ہوتا رہا، اور خلفائے راشدین اور عام صحابہ کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ جب نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل سامنے آئے جن کا قرآن و حدیث میں صراحۃً ذکر نہ تھا۔"(۱۲)

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ صحابۂ کرام کی مختلف مسائل میں مختلف آراء ہوتی تھی اور ہر ایک کو اپنی رائے دینے کی مکمل آزادی بھی ہوتی تھی۔ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ ہر رائے کا احترام کیا جاتا تھا اور باہمی مشورے کے بعد جس رائے کو صائب سمجھا جاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تھا۔ بطور نمونہ چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ عہد صحابہ میں اختلاف رائے کی آزادی اور باہمی مشورہ کی کیفیت واضح ہو جائے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان کئی امور میں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ مثلاً: حضرت ابو بکر صدیقؓ کا موقف تھا کہ مفتوحہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جائیں جیسا کہ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں دستور تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے عراق کی فتح کے بعد موقف اختیار کیا کہ یہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کی جائیں گی بلکہ وقف ہوں گی۔ بہت سے صحابہ نے اس سے اختلاف کیا لیکن شوریٰ میں حضرت عمر فاروقؓ کی رائے کو تسلیم کر لیا گیا۔(۱۳)

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے میں تمام صحابہ کرام کو بیت المال سے برابر وظیفہ جاری ہوتا تھا، اس میں کسی قسم کا فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت عمر نے اپنے دور میں اسلام میں سبقت اور دینی خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وظائف میں کمی بیشی کر دی۔(۱۴)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی ور اس نے کہا کہ میرے شوہر کی وفات کے بعد عدت کے ایام پورے ہونے سے قبل میرے ہاں بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ زیادہ مدت والی عدت پوری کرو یعنی وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں جو زیادہ عدت بنتی ہے اسے پورا کرو۔ وہ عورت اس کے بعد حضرت ابیؓ بن کعب کے پاس چلی گئی اور ان کو حضرت عمرؓ کا فیصلہ سنایا۔ حضرت ابیؓ بن کعب نے اس سے کہا کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ تمھاری عدت پوری ہو گئی ہے۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس دوبارہ گئی اور حضرت ابی کا فیصلہ سنایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب کو بلایا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا اور یہ آیت پڑھی: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (۱۵) حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔(۱۶)

عہد صحابہ میں اگرچہ فکری اختلاف موجود تھا لیکن یہ اختلاف علمی و فکری آداب کا عالی نمونہ تھا۔ ان مبارک نفوس نے قرآن و سنت سے جو کچھ سمجھا اسے نہایت شائستگی کے ساتھ بیان کیا، ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ رکھا اور آپس میں محبت و اخوت کو فروغ دیا۔ چنانچہ ان کا علمی و فکری اختلاف امت کے لیے رحمت کے دریچے کھول گیا۔

عہد حاضر میں اختلاف رائے کی نوعیت

گزشتہ صدی سے مسلمانوں میں اختلاف رائے کی بجائے اختلاف کا سلسلہ بڑھا ہے اور شدت پسندی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ فرقہ واریت عام ہوئی ہے اور قتل وغارت کا میدان گرم ہوا ہے۔ اسلام دشمن عالمی سامراج مسلم امّہ کو رنگ، نسل، زبان اور وطنیت کے نام پر تقسیم کرنے، مسلمانوں کو فرقہ واریت میں مبتلا رکھنے اور ان کی وحدت پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہر کوئی اپنی رائے کو صائب سمجھتا ہے، اسے منوانا چاہتا ہے اور اپنے ہمنواؤں کی کثیر تعداد کا دعویدار بھی ہے۔ اگر کوئی اس رائے کے خلاف رائے دے دے تو معاملہ ذاتیات تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل نہ تو ہمارے اسلاف کا تھا اور نہ ہی مہذب معاشروں میں اسے پسند کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی وفکری اختلاف ایسے مہذب، مؤدب اور شائستہ انداز سے ہو جو امت کے لیے رحمت کا باعث ہو اوراس اختلاف سے بچنا چاہیے جو امت کے درمیان تفریق کا باعث ہو۔ وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باہمی اختلاف کو ترک کر کے اپنی عالمگیر اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کریں اور اسلامی بھائی چارے کو فروغ دیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی کے اختلاف رائے کی نوعیت

علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے شرعی مسائل کے استنباط و استخراج میں متقدمین اور معاصرین اہل علم سے دلائل کی بناپر اختلاف کیا ہے، آپ لکھتے ہیں: ”میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ اس پر بعض جمود پسند لوگوں نے برا منایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں؟ کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا؟ علم اور تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزور بات ہے۔ آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدمین اکابرین سے اختلاف کیا ہے جن کا علم و فضل مسلّم اور ان سے زیادہ تھا۔ ان میں ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہؓ کرام سب ہی شامل ہیں، تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا، یا ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان دلائل کا علم نہیں تھا۔ پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر دور میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمود پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں۔ ملا علی قاری نے ابن حجر مکی کی تحقیقات سے اختلاف کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔“(۱۷)

کتاب و سنت اور اجماع کی اولیت کی بابت علامہ سعیدی کا موقف

علامہ غلام رسول سعیدی نے کتاب و سنت اور علماء کے اجماع کو ہمیشہ اولیت دی۔ آپ نے اپنی تحقیق کو کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف حجت قرار نہیں دیا۔ اس بابت آپ لکھتے ہیں: ”میں نے جن عصری مسائل میں کوئی رائے قائم کی ہے اس کی اساس قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع ہے اور بعض جگہ قیاس سے بھی استدلال کیا ہے۔ تاہم اگر کسی

مسئلہ میں میری رائے سنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب و سنت اور اجماع ہے۔ میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور جن مواضع میں میں نے امام اعظم کے قول یا دوسرے علمائے احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریۂ ضرورت ہے اور ہمارے فقہائے احناف نے ضرورت کی بناء پر دوسرے آئمہ کے قول پر فتویٰ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ یا اس (اختلافِ رائے) کی وجہ اتباعِ حدیث ہے۔۔۔ اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخص میرے ذکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو وہ جس قول کی دلیل سے مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔"(۱۸)

علامہ سعیدی کے اجتہادی تفردات

علامہ غلام رسول سعیدی اکیسویں صدی کے عظیم مجتہد، مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ علامہ سعیدی نے اپنی اجتہادی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے علوم اسلامیہ کے اہم ترین شعبوں یعنی تفسیر قرآن، علم حدیث اور علمِ فقہ میں بیش قیمت خدات انجام دیں۔ آپ نے شرعی مسائل کے حل کے لیے اجتہادات کیے۔ آپ کے اجتہادی تفردات کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند اجتہادات کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

"روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کی تحقیق، چلتی ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تحقیق، قطبین میں نماز اور روزہ کے مسائل میں تحقیق،، شہید پر تحقیق، اعضا کی پیوند کاری پر تحقیق، عطیۂ خون اور انتقال خون پر تحقیق، جدید ٹیکنالوجی کے استعمال پر تحقیق، پوسٹ مارٹم پر تحقیق، ضبط تولید پر تحقیق، ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر تحقیق، بینک نوٹ پر تحقیق، بین الاقوامی کرنسی پر تحقیق، پرائز بانڈ پر تحقیق، سود پر تحقیق، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کی تحقیق، انشورنس اور بیمہ پر تحقیق اور خواتین کی ملازمت پر تحقیق۔ آپ نے عصری مسائل پر تحقیقی اجتہادات کرکے اہل علم کو تحقیق کی طرف مائل کیا اور تحقیق کی نئ نئ جہات متعارف کرائیں۔"

علامہ غلام رسول سعیدی کا ادب الاختلاف

علامہ سعیدیؒ کا ادب الاختلاف آپ کی تصانیف میں بآسانی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپؒ نے متقدمین و معاصرین سے شرعی مسائل میں شائستگی کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ رواداری اور اخلاقِ عالیہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ نے کسی طرح بھی اپنی تحقیق کو ناشائستگی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ مخالف آرا کو بھی احترام دیا ہے اور اپنا مؤقف دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ سعیدی کے آداب الاختلاف بکثرت ہیں جنھیں ان کی شہرہ آفاق تصانیف "تبیان القرآن، تبیان الفرقان، شرح صحیح مسلم، نعمۃ الباری اور نعم الباری" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مقالہ ہذا چونکہ طوالت کا متحمل نہیں ہے اس لیے ہم یہاں چند مباحث میں آپ کے ادب الاختلاف کو ذیلی عنوانات کے تحت زیر بحث لارہے ہیں ملاحظہ کیجیے:

نسخ کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف

علوم القرآن اور اصولِ تفسیر کے مباحث میں سے ایک اہم مبحث نسخ ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے قرآن وسنت کی روشنی میں نسخ کی جامع تحقیق کی ہے اور اس سلسلے میں بھی اختلافِ رائے کے آداب کو ملحوظ رکھا ہے ملاحظہ کیجیے:

غلام احمد پرویز نے قرآن مجید میں نسخ کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے: "اس عقیدے (نسخ) کی رو سے اب دیکھیے کہ خدا، قرآن کریم اور رسول اللہ کے متعلق کس قسم کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ خدا کا تصور اس قسم کا ہے کہ وہ آج ایک حکم صادر کرتا ہے لیکن بعد کے حالات بتادیتے ہیں کہ وہ حکم ٹھیک نہیں تھا۔ اس لیے وہ قرآن کریم کے اس حکم کو منسوخ کرکے اس کی جگہ دوسرا حکم دے دیتا ہے۔"[۱۹]

علامہ سعیدی نے غلام احمد پرویز کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے: "قائلینِ نسخ کے نزدیک نسخ کی یہ تعبیر ہرگز نہیں ہے جو پرویز صاحب نے بیان کی ہے۔ بلکہ نسخ کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن حالات میں جو صحیح تھا۔ اور جب حالات بدل گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم بدل دیا اور بعد کے حالات میں وہی حکم صحیح اور برحق ہے۔"[۲۰]

علما میں ناسخ ومنسوخ آیات کی تعداد میں اختلاف رائے ہے۔ مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی کے نزدیک قرآن مجید کی بیس آیات کا حکم منسوخ ہے۔[۲۱] شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک یہ تعداد پانچ ہے۔[۲۲]

علامہ سعیدی نے نسخ کی تعداد سے متعلق علما کی آرا سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے: "ہمارے نزدیک قرآن مجید کی بارہ آیتوں کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔۔۔ بعض علما نے بائیس آیات لکھی ہیں لیکن ہم نے باقی دس آیتوں میں غور کیا تو ان میں ایسا تعارض نہیں ہے کہ ان کو جمع کرنا اور ان میں تطبیق دینا ممکن نہ ہو۔"[۲۳]

اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف

علامہ سعیدی نے اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق میں علامہ مراغی سے اختلاف رائے کیا ہے۔ علامہ مراغی نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں لکھا: "اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کریں اور کسی کام کو پورا کرنے کے لیے جس طاقت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی اور سے طلب نہ کریں۔ سوا ان اسباب کے جن کا کسب کرنا اور انھیں حاصل کرنا عام اسباب میں مشروع ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی حاجات پوری کرانے کے لیے، کسی بیمار کی شفا کے لیے، دشمن پر غلبہ کے لیے یا اولاد کی طلب کے لیے اولیاء اللہ کے مزارات پر جاکر ان سے مدد طلب کرتا ہے وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوگیا۔ اس نے اللہ کی شریعت سے اعراض کیا اور زمانہ جاہلیت کے بت پرستوں جیسا کام کیا۔"[۲۴]

علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ مراغی سے اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہمارے نزدیک

علامہ مراغی کا یہ فتویٰ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔زمانۂ جاہلیت کے کفار بتوں کو مستحق عبادت قرار دیتے تھے اور اسی عقیدے کے ساتھ ان سے استعانت کرتے تھے۔ لیکن جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت قرار نہ دیتا ہو، اور نہ اولیاء اللہ کو متصرف بالذات سمجھتا ہو، نہ ان کو تصرف میں مستقل سمجھتا ہو، بلکہ یہ سمجھتا ہو کہ اولیاء اللہ، اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اِذن سے کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور اسی عقیدے کے ساتھ ان سے استعانت کرے تو اس مسلمان کا یہ فعل شرک ہے نہ زمانہ جاہلیت کے بت پرستوں کا سا کام ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک شریعت کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنی چاہیے۔"[۲۵]

علوم اسلامیہ کی تعلیم پر اجرت کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف

علامہ غلام رسول سعیدیؒ نے قرآن مجید کی تعلیم، علوم اسلامیہ کی تعلیم، اذان، امامت و خطابت، تعلیمِ حج اور دیگر عبادات پر اجرت یا معاوضہ لینے کو جائز قرار دیا ہے اور دلائل کی بنا پر علما سے اختلاف رائے کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: "اس آیت وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا [۲۶] سے بعض علمانے یہ استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ متاع کے بدلے میں اللہ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔"[۲۷] علامہ سعیدی نے تعلیم قرآن و دیگر عبادات پر معاوضہ لینے اور اس کے جائز ہونے پر الجامع الصحیح بخاری کی اس روایت کو بہ طور دلیل پیش کیا ہے:

قال ابن عباس عن النبی ﷺ احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله [۲۸]

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب سب سے زیادہ اجر کی مستحق ہے۔"

بحالتِ روزہ انجکشن لگوانے کی تحقیق میں علامہ سعیدی کا ادب الاختلاف

علامہ غلام رسول سعیدی نے روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے پر تحقیق سب سے پہلے شرح صحیح مسلم میں کی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی تفسیر تبیان القرآن میں بھی اس مسئلہ پر مزید تحقیق کی۔ شرح صحیح مسلم کی جلد سوم میں اس موضوع پر ایک ضمیمہ شائع کیا اور اس کا عنوان یہ دیا گیا "روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر" آپ نے اس عنوان کے تحت لکھا: "الفتاویٰ الاسلامیہ، الفقہ الاسلامی و ادلتہ اور فتاوی نوریہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدے اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصے میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قدیم فقہاء کے زمانے میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدے کا عملِ ہضم تھا اس لیے انھوں نے دوا یا غذا کے لیے معدے میں

پہنچنے کی قید لگائی۔ اگر ان کے زمانے میں کیمیاوی طریقوں سے معدے کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے۔۔۔ اسی طرح معدے میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجکشن کے ذریعے بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ روزے میں انجکشن لگوانے سے صرف روزے کی قضا لازم ہو گی، کفارہ لازم نہیں ہو گا۔"(۲۹)

ضمیمہ کے آخر میں سعیدی نے لکھا: "اگر یہ حق اور صواب ہے تو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہے۔ ورنہ میری فکر کی غلطی ہے۔ اللہ تعالی اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔"(۳۰)

تبیان القرآن جلد اول میں اسی مسئلے پر تحقیق کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں: "تحقیق یہ ہے کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ قدیم فقہاء کے دور میں انسانی جسم کی اور اس کے تمام اعضا کی مکمل تحقیق نہیں ہوئی تھی اور ان کے نظریات محض مفروضات پر مبنی تھے۔ انھوں نے انسان کے جسم کا مکمل مشاہدہ اور تجزیہ نہیں کیا تھا۔ اور اب تحقیق و تجربہ سے ان کے کئی نظریات غلط ثابت ہو چکے ہیں مثلاً ان کا مفروضہ تھا کہ دماغ اور معدے کے درمیان ایک منفذ (راستہ) ہے۔ اور دماغ سے معدے میں یا معدے سے دماغ میں کوئی چیز چلی جاتی ہے حالانکہ دماغ اور معدے میں کوئی منفذ نہیں ہے۔ نیز ان کا مفروضہ تھا کہ کان اور معدے میں منفذ ہے حالانکہ کان اور معدے میں کوئی منفذ نہیں ہے۔ انھیں مفروضات کی بنا پر انھوں نے کہا کہ جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں کوئی دوا یا غذا چلی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن یہ فقہا اس غلطی میں معذور تھے کیونکہ اس زمانے میں پوسٹ مارٹم کے ذریعے جسم کے تمام رگ و ریشہ کا مطالعہ و مشاہدہ نہیں کیا گیا تھا۔۔۔ بعض علما یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ پھر مچھر یا بھڑ کے ڈنک لگانے سے روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا مدار اس پر ہے کہ انسان اپنے قصد اور اختیار سے کوئی دوا یا غذا جسم میں پہنچائے۔ اور مچھر یا بھڑ کے کاٹنے میں اس کا قصد اور اختیار نہیں ہے۔ ثانیاً ان کے ڈنک سے جو زہر جسم میں پہنچتا ہے وہ دوا یا غذا نہیں ہے نہ اس میں جسم کی منفعت ہے۔ بلکہ اس سے جسم کو ضرر لاحق ہوتا ہے۔"(۳۱)

متذکرہ بالا مسائل میں علامہ سعیدی کا متقدمین و معاصرین علما سے ادب الاختلاف دلائل کی بنیاد پر نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ آپ نے دلائل کے ساتھ شائستہ انداز میں اپنا موقف پیش کیا ہے۔ متقدمین فقہاء کے مفروضات کو جدید میڈیکل سائنس کی تحقیقات کی روشنی میں رد کیا ہے اور ان حضرات کی معذوری کو بھی اچھے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔ نیز معاصرین کے شبہات کا بھی دلائل کے ساتھ ازالہ کر دیا ہے اور مستقبل کے محققین کے لیے اجتہادی امور میں ادب الاختلاف کا مثالی نمونہ فراہم کر دیا ہے۔

نتائج وسفارشات

اظہار رائے اجتماعی زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔ اس کا استعمال مثبت انداز میں اور اصول و آداب کی رعایت کرتے ہوئے کیا جائے تو اس کے نتیجے میں انسانی تمدن ارتقاپذیر ہوتا ہے، بصورت دیگر اختلاف تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

اظہار رائے میں اختلاف ہوسکتا ہے اور اسلام نے اختلاف رائے سے منع نہیں کیا۔ لیکن اسلام نے اختلافِ رائے کے اصول وضوابط اور آداب مقرر کیے ہیں جن پر عمل کر کے اس روایت کو شاندار بنایا جاسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ان اصول و آداب کا شعور بیدار کیا اور اس بارے میں ہدایات عطا فرمائیں۔ ان کی رعایت کی اور انھیں عملی جامہ پہناتے ہوئے انسانیت کے لئے ایک عمدہ نمونہ پیش کیا۔ جس سے رہنمائی حاصل کر کے اختلاف رائے کو ایک مفید عمل بنایا جاسکتا ہے۔

- قرآن وسنت نے اصولی مباحث کو قطعیت کے ساتھ طے کر دیا ہے۔ جبکہ فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کو انسانی فہم وشعور پر چھوڑ دیا ہے اور اس معاملہ میں رہنمائی کے لیے قرآن وسنت کو منبع ومدار قرار دیا ہے۔
- انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا ہر انسان سے فروعی مباحث اور نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں فکری خطا کا شائبہ موجود رہتا ہے۔ اسی لیے انسانی فکر و نظر میں غلطی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف نے فروعی اور پیش آمدہ مسائل میں رد و قبول کو دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جاری رکھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمی وفکری اختلاف ایسے مہذب، مؤدب اور شائستہ انداز سے ہو جو امت کے لیے رحمت کا باعث ہو اور اس اختلاف سے بچنا چاہیے جو امت کے درمیان تفریق کا باعث ہو۔
- علامہ غلام رسول سعیدی اکیسویں صدی کے عظیم مجتہد، مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ علامہ سعیدی نے اپنی اجتہادی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے علوم اسلامیہ کے اہم ترین شعبوں یعنی تفسیر قرآن، علم حدیث اور علمِ فقہ میں بیش قیمت خدات انجام دیں۔
- آپ نے شرعی مسائل کے حل کے لیے اجتہادات کیے۔ آپ نے عصری مسائل پر تحقیق واجتہادات کر کے اہل علم کو تحقیق کی طرف مائل کیا اور تحقیق کی نئی نئی جہات متعارف کرائیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ دور کے محققین اس سے استفادہ کریں اور امت مسلمہ کے لیے آسانیاں پیدا کریں۔
- علامہ سعیدی نے متقدمین ومعاصرین علماء سے دلائل کی بنیاد پر ادب کے ساتھ اختلاف کر کے نظیر قائم کی ہے۔
- آپ نے دلائل کے ساتھ شائستہ انداز میں اپنا موقف پیش کیا ہے۔ متقدمین فقہاء کے مفروضات کو جدید میڈیکل سائنس کی تحقیقات کی روشنی میں رد کیا ہے اور ان حضرات کی معذوری کو بھی اچھے اسلوب میں بیان

کر دیا ہے۔

- آپ نے معاصرین کے شبہات کا بھی دلائل کے ساتھ ازالہ کر دیا ہے اور مستقبل کے محققین کے لیے اجتہادی امور میں ادب الاختلاف کا مثالی نمونہ فراہم کر دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ دور کے علماء و محققین اس روایت کو فروغ دے کر علمی سرمایہ میں باوقار اضافہ کریں۔

حوالہ جات

۱۔ النسا:۸۳

۲۔ بریلوی، مولانا احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، مکتبہ رضویہ، کراچی، ۲۰۰۶ء، ج۶، ص ۲۸۳

۳۔ نعیمی، مفتی نور اللہ، فتاویٰ نوریہ، دار العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، ۲۰۰۳ء، ج۳، ص ۴۶۹

۴۔ محمد شفیع، مفتی، وحدۃ امت، مکتبہ انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۹

۵۔ نعیمی، مفتی نور اللہ، فتاویٰ نوریہ، محولہ بالا، ج۳، ص ۴۷۰

۶۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ج۲، ص ۷۰۸

۷۔ النساء:۵۹

۸۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء فی خلافۃ الخلفاء، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ج۲، ص ۱۴۰

۹۔ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۶ء، ج۱، ص، ۶۷۴

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۵۷ھ، باب شفاعۃ النبی ﷺ

۱۱۔ شفیع، مفتی محمد، وحدۃ امت، محولہ بالا، ص ۴۴۔۴۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۰۔

۱۳۔ ابو یوسف، امام، کتاب الخراج، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ص ۲۴

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۵۔ الطلاق:۴

۱۶۔ ابن ہمام، امام عبد الرزاق، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۶ء، ج۶، ص ۲۷۴

۱۷۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۶ء، ج۱، ص ۳۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۰ ملخصاً

۱۹۔ پرویز، غلام احمد، لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۰۸

۲۰۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، محولہ بالا، ج۱، ص ۷۳، ۷۲

۲۱۔ سیوطی، علامہ جلال الدین، الاتقان، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ج۲، ص ۲۳

۲۲۔ ولی اللہ، شاہ، الفوز الکبیر، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۹۶

۲۳۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، محولہ بالا، ج ۱، ص ۸۰ ملخصًا۔ علامہ سعیدی کے نزدیک ناسخ و منسوخ آیات کی تفصیل تبیان القرآن، ج ۱، ص ۷۸ تا ۸۰ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۲۴۔ مراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المرغی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج ۱، ص ۳۴

۲۵۔ سعیدی، علامہ غلام رسول تبیان القرآن، محولہ بالا، ج ۱، ص ۱۹۳۔ ۱۹۴

۲۶۔ سورۃ البقرۃ: ۴۱

۲۷۔ سعیدی، علامہ غلام رسول تبیان القرآن، محولہ بالا، ج ۱، ص ۳۸۴

۲۸۔ بخاری، امام، الجامع الصحیح، کتاب الاجارہ، باب مایعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب

۲۹۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، محولہ بالا، ج ۳، ص ۱۱۵۸

۳۰۔ ایضاً، ص ۱۱۵۸

۳۱۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، محولہ بالا، ج ۱، ص ۷۰۷